ظلم کو روکنے کے لئے معجزہ کیوں نہیں......؟

حجۃ الاسلام عبدالعظیم المہتدی البحرانی
ترجمہ: مولانا نثار احمد زین پوری صاحب

یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔ (قمر ا۔۲)

قیامت قریب آ گئی اور چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے یہ کوئی آیت دیکھتے ہیں تو اس سے منھ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ مسلسل جادو ہے۔

معراج اور آسمانی سفر والا معجزہ۔ ارشاد ہے:

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ الذی بٰرکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا انہ هو السمیع البصیر۔ (اسریٰ۔۱)

پاک ہے وہ ذات جو لے گئی راتوں رات اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کہ جس کے اطراف کو ہم نے برکتوں سے نوازا ہے تاکہ ہم اپنے بندہ کو اپنی آیات دکھائیں کہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یا درخت کا گویا ہونا جیسا کہ امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں فرمایا ہے! اور غار کے دروازہ پر مکڑی کا اس وقت جالا بنا دینا جب آپؐ مشرکین سے جان بچانے کے لئے غار میں داخل ہوئے۔

ابن عباس سے روایت ہے: ایک روز ابوسفیان رسولؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا ''اے اللہ کے رسولؐ میں آپ سے ایک چیز کا سوال کرنا چاہتا ہوں۔''

معجزہ کیا ہے؟

اسلامی اصطلاح میں معجزہ یہ ہے کہ خدا، نبی یا ولی کے ذریعہ ایسا کام انجام دلا دیتا ہے کہ جس سے تمام لوگ عاجز رہتے ہیں۔ نبی اپنی نبوت کے اثبات کے اور ولی اپنی ولایت کی صداقت کے اثبات کے لئے معجزہ دکھاتا ہے۔

مثلاً حضرت موسیٰ

فرعون کے جادوگروں پر حملہ آور ہوا۔ اور جادوگر اپنے جادو میں مہارت کے باوجود اس معجزہ کا مقابلہ نہ کر سکے جو خدا کے ارادہ سے موسیٰ

دوسری مثال حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ ہے، جناب عیسیٰؑ پرندہ کی صورت بناتے اور اس میں پھونک دیتے تھے تو وہ اذن خدا سے پرندہ بن جاتا تھا۔

جناب عیسیٰؑ پیدائشی اندھوں اور مبروص کا علاج کر دیتے تھے اور اذن خدا سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اس زمانہ کے لوگوں کو یہ بتا دیا کرتے تھے کہ وہ کیا کھاتے ہیں اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہیں۔ (آل عمران۔۴۹)

تیسری مثال ہمارے نبی محمدؐ کے معجزات ہیں، جیسے شق القمر کا معجزہ۔ خدائے متعال کا ارشا ہے:

اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا اٰیۃ

آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر تمہیں پسند ہو تو میں تمہارے سوال کرنے سے پہلے ہی اس سے خبردار کردوں!
اس نے کہا بتایئے۔
آپؐ نے فرمایا: تم مجھ سے یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ میری عمر کتنی ہوگی؟ اس نے کہا ہاں اللہ کے رسولؐ! آپ نے کہا: میں ۶۳ سال زندہ رہوں گا۔
اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں۔
رسولؐ نے فرمایا: تم زبان سے یہ بات کہتے ہو دل سے نہیں۔
ابن عباس نے کہا: خدا کی قسم وہ منافق تھا، ہم ایک محفل میں تھے جس میں ابوسفیان بھی تھا لیکن وہ اندھا ہو گیا تھا، ہمارے درمیان علیؑ بھی موجود تھے، کہ موذن نے اذان شروع کی اس نے **اشہد ان محمداً رسول اللہ** کہا تو ابوسفیان نے کہا: یہاں کوئی بنی ہاشم میں سے تو نہیں ہے، کسی نے کہا ایک ہے: ابوسفیان نے کہا دیکھو! محمد نے اپنا نام کس جگہ فٹ کیا ہے!
حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہ رکھے یہ خدا نے رکھا ہے وہ فرماتا ہے: **ورفعنا لک ذکرک** اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔
ابوسفیان نے کہا: خدا اس شخص کی آنکھوں کو ٹھنڈا نہ رکھے جس نے یہ کہا ''یہاں کوئی بنی ہاشم میں سے نہیں ہے۔'' (الخرائج ج ۱ ص ۶۱ بحارالانوار ج ۱۸ ص ۱۱۱)
علامہ مجلسی اپنی کتاب ''حیات القلوب'' میں کچھ معجزات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: رسولؐ کے جو معجزات ہم نے نقل کئے ہیں وہ درحقیقت سمندر سے ایک قطرہ ہیں اور آپؐ کے بے پناہ معجزات میں سے بہت ہی مختصر ہیں۔
کیونکہ آپؐ کے تمام اقوال و اخلاق معجزہ ہیں، خصوصاً آپؐ کا غیب کی خبر دینا معجزہ ہے اور آپؐ کا کلام ہمیشہ غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتا تھا، یہاں تک کہ منافقین کہتے تھے کہ کوئی بات نہ کہو کیونکہ یہ دیوار، کنکر اور پتھر محمدؐ تک تمہاری بات پہونچا دیں گے۔ (بحارالانوار ج ۱۸ ص ۱۱۱)
قرآن کی آیات، رسولؐ اور آپ کے اہل بیتؑ کی روایات اور آپ کی سیرت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ معجزہ اس وقت دکھایا جاتا تھا جب کسی ایسی بنیادی چیز کو ثابت کرنا ہوتا تھا جس پر دیگر امور کی اساس ہوتی تھی۔
جیسے رسولؐ کی نبوت کا اثبات، اس کے لئے ایسا معجزہ ضروری ہے کہ جس سے مادہ میں خارق العادات فعل انجام دے سکے تاکہ لوگ اسے اللہ کا نبی اور خالق کی طرف سے مرسل سمجھیں، جب آپ کی نبوت ثابت ہو جائے گی اور لوگوں کو ان کی صداقت کا یقین ہو جائے گا تو وہ نبیؐ کے احکامات کی پابندی کریں گے اور جس سے وہ روکے گا یہ باز رہیں گے اور اسی قول کی روشنی میں زندگی گذار دیں گے۔ یعنی جب یہ ثابت ہو جائے گا یہ دعوائے نبوت میں سچے ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے لوگوں کی طرف رسولؐ ہیں تو پھر ہر چیز کے لئے معجزہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اب عمل کی ضرورت ہے یہاں تک کہ خود رسولؐ کو بھی عمل کرنا ہے۔
کیونکہ خدا نے انبیاءؑ اور رسل کو اس لئے نہیں بھیجا

کہ وہ ہر اصل وفرع میں اور چھوٹی بڑی چیز میں معجزہ کے جوہر دکھائیں کہ جو زندگی کی ڈگر اور اصل عمل کا بدل ہو جائے۔ ہم شروع ہی میں کہہ چکے ہیں کہ اس حیات میں اصل عمل اور کام ہے۔ انبیاءؑ اور رسل کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک معجزہ کے رموٹ کنٹرول سے، گھر میں، تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے آرام و اطمینان کے ساتھ تمام چیزوں میں تصرف کرے!

خدا نے انہیں معجزہ کی صلاحیت صرف اس لئے دی ہے تا کہ وہ اپنے دعوائے نبوت کو ثابت کر سکیں پھر اثبات نبوت کے بعد خود رسول اور ان کی اتباع کرنے والوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس سنتِ حیات کے مطابق عمل کریں جو انسان کے لیے آسمانی پیغام ہے۔ یہ ٹھوس حقیقت ہے جسے آپ تمام انبیاءؑ کی زندگی اور تمام اوصیاء کی سیرت میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

سیرت سے ہدایت:- یہاں تک سنت حیات اور معجزہ کا مفہوم واضح ہو گیا یہ بھی آشکار ہو گیا کہ معجزہ کیوں اور کہاں دکھایا جاتا ہے۔

اب ہم رسولؐ خدا کی حیات طیبہ اور سیرت اہلبیتؑ پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں کہ وہ دین کو زندگی میں کس طرح شامل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک طرف تو مسلمانوں کے امور کی زمام سنبھالتے ہیں اور ان کی ہدایت کرتے ہیں۔ خود کام کرتے ہیں اور معیشت کے لئے جانفشانی کرتے ہیں۔ ایک زمانہ تک رسولؐ نے تجارت کی، کچھ عرصہ بھیڑ بکریاں چرائیں، کاشتکاری بھی کی، اور آپؐ کی ذریت میں سے بعض نے زراعت کے امور اور کاشتکاری کے سلسلہ میں اس لئے پسینہ بہایا تا کہ مسلمانوں کے افکار کو صحیح سمت دے سکیں اور انہیں اسلام کے مطابق عمل کرنے اور سعادت سے ہمکنار کرنے کی ہدایت کر سکیں۔

ایک راوی کہتا ہے گرمیوں کے زمانہ میں ظہر کے وقت امام محمد باقرؑ کو اپنے جد رسولؐ کے مدینہ میں اپنے کھیت میں کام کرتے دیکھا۔ بدن سے پسینہ بہہ رہا تھا، ان کی اس حالت پر مجھے افسوس ہوا میں نے کہا فرزند رسولؐ آپؑ نے کچھ آرام کر لیا ہوتا۔

امامؑ نے جواب دیا اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں روئے زمین پر مجھ سے اور میرے باپ سے بہتر کون ہے؟ راوی نے دریافت کیا وہ کون ہیں؟ فرمایا: رسولؐ اللہ اور امیر المومنینؑ اور میرے تمام آباء اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے اور یہ انبیاء، مرسلین اور اوصیاء وصالحین کا عمل ہے۔

(بحارالانوار ج ۱۱ ص ۱۶۶)

حلال امور کے لئے کوشش کرنا یا اسلامی اداروں کی خدمت، لوگوں کی ہدایت، ان کی تعلیمی و تربیتی امور کی ذمہ داری قبول کرنا مسلم انسان کی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ نبی یا امامؑ ہو یا ان کا تابع، ہاں اس حیثیت سے فرق ہے کہ رسولؐ اور امام کا علم لدنی ہوتا ہے، انہیں وحی والہام کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے جبکہ فقہاء اور علماء کا علم اکتسابی ہوتا ہے، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے حصول علم کے لئے پوری محنت و کوشش کریں اور اس کے بعد لوگوں کے ان امور کی ذمہ داری قبول کریں جن

میں مہارت رکھتے ہوں۔

واضح رہے کہ یہ افراد الگ سے ایسا کام نہیں کر سکتے کہ جس سے اپنی زندگی گذار سکیں اور آذوقہ فراہم کر سکیں تو پھر اسی ذمہ داری کی انجام دہی کے عوض مسلمانوں کے بیت المال سے ان کو اتنا دیا جائے کہ جس سے ان کے اخراجات پورے ہوسکیں یا وہ خود اپنی ضرورت بھر بیت المال سے پیسہ لے لیں، جیسا کہ بیت المال ہی کے پیسہ سے مدارس، مساجد، موسسہ خیریہ اور ان میں کام کرنے والوں کو بھی بیت المال ہی سے تنخواہ دی جاتی ہے۔

دوسری طرف جنگ و جہاد میں بھی شریک ہوتے تھے۔ تاریخ میں واضح الفاظ میں ہم یہ دیکھتے ہیں، وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح بہادری کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے تھے، یہاں تک کہ رسولؐ بہت سے معرکوں میں زخمی بھی ہوئے ہیں، جنگ احد میں تو آپؐ سے دفاع کرنے میں اگر علیؑ کی شجاعت و جوانمردی نہ ہوتی تو قریب تھا کہ آپؐ شہید ہوجاتے ۔(مناقب آل ابی طالب ج۱ص ۵۹۲)

اور رسولؐ کے بعد خود حضرت علیؑ نے بھی اصلاحی اور دفاعی معرکوں میں شرکت کی ہے اور اسی طرح آپؐ کے فرزند امام حسنؑ نے اپنی برحق خلافت جس کو معاویہ بن ابی سفیان فریب و چالاکی سے ہڑپ کرلینا چاہتا تھا۔ سے دفاع کے سلسلہ میں جنگ کی۔ اسی طرح ہم امام حسینؑ کو دیکھتے ہیں آپ نے خود اور آپ کے اہل بیتؑ و انصار نے اموی سرکشوں سے جنگ کی اور دین حق پر اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہوگئے۔

کیا امام علیؑ اور آپ کے دونوں فرزند، حسنؑ و حسینؑ کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ عیش و آرام سے اپنے گھر میں بیٹھے رہتے اور مشرکین، مفسدین کو معجزہ کے اسلحہ سے تباہ کردیتے ؟! انہوں نے خود کو اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب کو جہاد و جانکاہی کی مشقت میں کیوں مبتلا کیا؟! کیا دین، خدا کا دین نہیں ہے، اسے آسمان سے لشکر بھیجنے چاہئیں اور معجزہ کے ذریعہ اپنے دین کی مدد کرنا چاہئے تاکہ نبی، اہل بیتؑ اور مسلمان ہر مصیبت اور مشقت سے امان میں رہیں؟!!

بعض لوگوں کی تو بڑی تمنا تھی کہ انبیاء اور ان کے اصحاب دونوں معرکہ سے دور بیٹھے رہتے اور اپنے آسمانی اعجاز کے ذریعہ اپنے دشمنوں کی شکست دیکھتے!

آپ جانتے ہیں جنگ احد میں رسولؐ کو اپنے چچا حمزہ کے شہید ہوجانے کا کتنا غم تھا۔ کیا آپؐ معجزہ سے کام لے کر اپنے چچا کو قتل ہونے سے نہیں بچا سکتے تھے، کیا انہیں دوبارہ زندہ نہیں کرسکتے تھے؟!

بلکہ جب تک معجزہ سے کام چلتا اس وقت تک کسی مشقت و جہاد اور جانفشانی میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں تھی

امام حسینؑ کے بعد ائمہؑ میں سے ہر ایک کو زہر سے شہید کیا گیا۔ زہر نے ان کے اندر کیوں اثر کیا؟ کیا وہ معجزہ سے زہر کے اثر کو ختم نہیں کرسکتے تھے؟

امام رضاؑ کو زہر دیا گیا اور آپؑ نے خود کو اس سے نہیں بچایا اور نہ ہی معجزہ کے ذریعہ ان اصحاب کو بچایا جنہیں حکومت وقوت پراگندہ کررہی تھی جیسے دعبل خزاعی جس نے نصرت اہل بیتؑ میں اپنی پوری عمر گزاری تھی، جیسا کہ تاریخ

لکھتی ہے پچاس سال تک اپنی پھانسی کی لکڑی کو اٹھائے پھرتے رہے۔امام رضاؑ کی خدمت میں پہونچے تو اپنا مشہور تائیہ قصیدہ پڑھا اور جب یہ شعر پڑھا:

لقد خفت فی الدنیا و ایام سعیها

و انی لا رجو الا من بعد وفاتی

میں اس دنیا اور اس کی کوشش کے زمانہ میں ڈرتا رہا اور امید ہے کہ وفات کے بعد سکون میسر ہوگا۔

اس پر امام رضاؑ نے ان کے لئے دعا کی: خدا تمہیں روز قیامت امان میں رکھے گا۔

(اعیان الشیعہ ج۶ ص ۴۰۴۔طبع دار المعارف بیروت)

کیا امامؑ آخرت سے قبل اس دنیا ہی میں ان کا خوف دور نہیں کر سکتے تھے؟ بالکل کر سکتے تھے لیکن یہ امان حیات میں جو سنت الٰہی ہوتی ہے اس کے خلاف ہوتی، اور انبیاء، ہمارے نبیؐ اور اہل بیتؑ بشر ہیں بس آسمان سے ان کی تائید ہوتی ہے وہ سنت الٰہیہ کے ساتھ چلتے ہیں امید اور تمناؤں کے ساتھ نہیں، آزمائش و ابتلا سنت الٰہی ہے بے پروائی سستی اور ناز و نخرا سنت نہیں ہے۔ بیشک انبیاء اور ان کے اوصیاءؑ ہمیں خدا کی سنتوں سے متعارف کرنے کے لئے آئے تھے نہ یہ کہ خود ان کی مخالفت کرتے جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة و لما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستهم الباساء و الضراء و زلزلوا حتی یقولوا الرسول و الذین اٰمنوا معه متی نصر اللّٰه الا ان نصر اللّٰه قریب۔

(بقرہ ۲۱۴)

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ آسانی سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے جبکہ ابھی تمہارے سامنے پہلی امتوں کی مثال نہیں آئی ہے جنہیں فقر و فاقہ اور پریشانیوں نے گھیر لیا۔ اور اتنے جھٹکے دئے گئے کہ خود رسولؐ اور ان کے ساتھیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آخر خدائی مدد کب آئے گی۔آگاہ ہو جاؤ خدا کی مدد بہت قریب ہے۔

رسولؐ اور آپؐ کے اہل بیتؑ میں سے ائمہؑ مسلمانوں کو خصوصاً ان لوگوں کو جو ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور ان سے محبت رکھتے ہیں، یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جنت کے راستہ کو عمل کرنے والے ہی طے کر سکتے ہیں اور عمل جتنا دشوار و تلخ ہوگا اتنا ہی پسندیدہ ہوگا۔

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے: سخت کوشی اور جانفشانی سے بلند درجات اور دائمی راحت حاصل ہوتی ہے۔

یہاں امام رضاؑ کے شاعر، دعبلؔ سے تعلق کی طرف اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ ہمیں امام رضاؑ کے ان معجزات کا اذعان ہو جائے جو کہ ذمہ داری اور جنبش کے ساتھ مخلوط تھے۔دعبلؔ کو امامؑ نے سو دینار ہدیہ دیئے، لیکن دعبلؔ نے مذکورہ رقم واپس کرتے ہوئے عرض کی کہ اس کے بجائے اپنے لباس میں سے کوئی لباس دید یجئے تا کہ میں اپنے پاس بطور تبرک رکھوں۔اس پر امام رضاؑ نے دیناروں کی تھیلی بھی دعبلؔ ہی کو دیدی اور جبّہ بھی دیدیا اور خادم سے کہا: ان سے کہدو کہ اسے لے لو عنقریب تمہارے کام آئے گا اسے واپس نہ کرنا۔

دعبلؔ اپنے قافلہ کے ساتھ شہر 'قم' کی طرف

روانہ ہوئے ۔راستہ میں ان پر راہزن ٹوٹ پڑے، قافلہ والوں کی مشکیں باندھ دیں اور سب مال و اسباب لوٹ کر آپس میں تقسیم کرنے لگے تو ان میں سے ایک نے بطور مثال کہا: میں ان کے اموال کو ان کے غیروں میں تقسیم ہوتے دیکھ رہا ہوں ۔ دعبلؔ خزاعی نے اس سے کہا: یہ کس کی بیت ہے؟ اس نے کہا: خزاعہ میں سے ایک شخص کی ہے ۔ دعبلؔ نے اس سے کہا اس قصیدہ کا کہنا والا میں ہوں دعبلؔ خزاعی، اس بات پر اس شخص نے ان کے اموال واپس لوٹا دیئے ۔ دعبلؔ وہاں سے روانہ ہو کر قم پہونچے اور اپنا قصیدہ تائیہ سنایا ۔قمیوں نے انہیں بہت زیادہ مال سے نوازا اور کہا: امام رضاؑ نے تمہیں جو جبہ دیا ہے اسے ہزار دینار میں ہمیں دیدو! دعبلؔ نے انکا کر دیا اور وہاں سے چل دیئے راستہ میں ایک جوان نے دعبلؔ سے وہ جبہ جھپٹ لیا ۔ دعبلؔ نے اہل قم سے کہا: جبّہ واپس دیدو، انہوں نے کہا جبہ تو نہیں ملے گا اس کی قیمت ہزار دینار لے لو! کہا جبہ میں سے مجھے ایک ٹکڑا دیدو، انہوں نے دعبلؔ کو ایک ٹکڑا واپس دے دیا۔

دعبلؔ اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے جب گھر پہونچے تو دیکھا کہ گھر کا اثاثہ چوری ہو گیا ہے لہٰذا امام رضاؑ نے جو سو دینار عطا کئے تھے ان میں سے ایک، ایک سو دنیار کا فروخت کیا اس موقعہ پر انہیں امام رضاؑ کا قول یاد آیا کہ عنقریب تمہارے کام آئے گا۔

بس ہمیں حیات کو اسی طرح سمجھنا چاہئے جیسا کہ خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے:

کلاًّ نمدُّ ھو لاء و ھو لا ء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظوراً ۔ انظر کیف فضلنا بعضھم علیٰ بعض وللاٰخرۃ اکبر درجات و اکبر تفضیلا
(اسراء ۱۹ ـ ۲۱)

ہم آپ کے پروردگار کی بخشش سے ان کی اور ان کی سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے رب کی بخشش کا دروازہ کسی کے لئے بند نہیں ہے ۔ دیکھئے ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور پھر آخرت کے فضیلت اور درجات اور زیادہ بڑے ہیں۔

اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے یہاں تک کہ انبیاء اور اولیاء بھی ۔ بے شک زندگی عناصر خیر اور عناصر شر میں ٹکراؤ اور جنگ کا نام ہے اور پھر وسائل سب کے لئے بخشش ہیں، پس جو بھی زیادہ کوشش کرے گا اور سستی نہیں کرے اسے زیادہ سے زیادہ وسائل حاصل ہوں گے ۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ خیر کے لئے وسائل کو بروئے کار لاتا ہے یا شر کے لئے جیسا کہ اس سلسلہ میں مومن و کافر کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

خدا نے اسی نہج پر حیات کو پیدا کیا ہے ارشاد ہے:

ولقد خلقنا الانسان فی کبد ۔ (بلد ـ ۴)

ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے۔

(جاری)

حدیث قدسی :- اگر میرے بندوں میں سے وہ میری نافرمانی کرتا ہے جو مجھے پہچانتا ہے تو میں اس پر اسے مسلط کر دیتا ہوں جو مجھے نہیں پہچانتا ہے ۔ (کافی)